تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

جلد نمبر:08

شمارہ:11

انٹرنیٹ گزٹ

نومبر 2018ء

المنار

زیر نگرانی: صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن-یو.کے

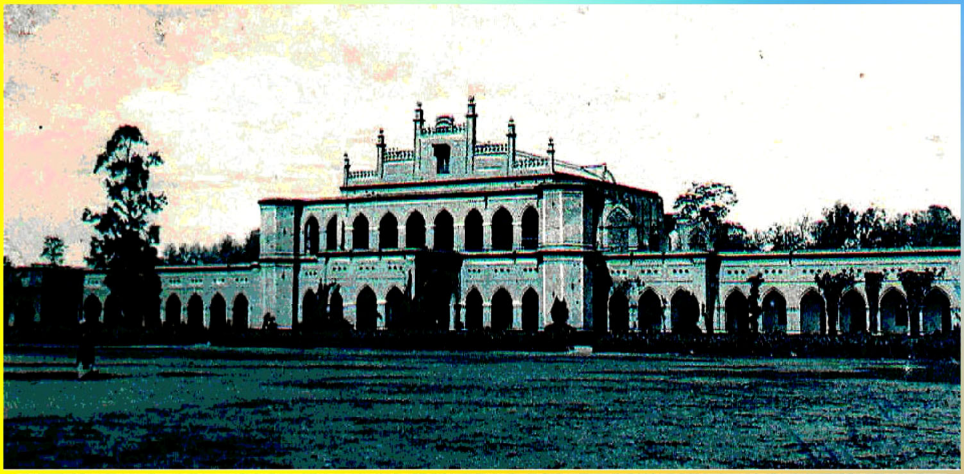

Taleem-Ul-Islam College Old Students Association - U.K

181, London Road, Mordan, SM4 5HF, London.

Ph. 020 8877 5510, 7886304637 - Fax: 020 8877 9987

ticosauk2017@gmail.com - www.alminaruk.com

قال اللہ تعالیٰ

کون کسی بے کس کی دُعا سنتا ہے۔جب وہ اس (خدا) سے دُعا کرتا ہے اور (اس کی) تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو ایک دن ساری زمین کا وارث بنا دے گا۔کیا (اس قادر مطلق) اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تم بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

(النمل:63)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔‘‘

(ترمذی کتاب الدعوات)

’’انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اُس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہو۔اس لئے سجدے میں بہت دُعا کیا کرو۔‘‘

(مسلم کتاب الصلوٰۃ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

’’دُعا کا قبولیت کے ساتھ ایک رشتہ ہے۔ہم اس راز کو معقولی طور پر دوسروں کے دلوں میں بٹھا سکیں یا نہ بٹھا سکیں مگر کروڑ ہا راستبازوں کے تجارب نے اور خود ہمارے تجربہ نے اس مخفی حقیقت کو ہمیں دکھلا دیا ہے کہ ہمارا دُعا کرنا ایک قوت مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمت الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔‘‘

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 240-241)

ارشاد حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اے اللہ تو ہمیں ایسے راستے پر چلا، اس طرح ہماری راہنمائی فرما جو اچھا راستہ بھی ہو، نیکی کی طرف لے جانے والا راستہ بھی ہو اور پھر ہم اس پر چل کر نیکی کو حاصل بھی کرلیں۔صرف راستے کی نشان دہی نہ ہو جائے بلکہ ہم اس پر چلتے رہیں اور نیکی کو حاصل بھی کرلیں اور پھر یہ کہ اپنے مقصود کو یعنی نیکی کو جلدی حاصل کرلیں اور اس کے بعد پھر مزید اگلے رستوں پر چلنا شروع کردیں۔

(از خطبہ جمعہ 13 فروری 2009)

محترم چوہدری محمد علی مضطر صاحب کے ساتھ

خاکسار کی پہلی ملاقات کا ذکر - مبارک صدیقی

برطانیہ میں گرمیوں کا خوشگوار موسم تھا۔ بیت الفتوح مسجد میں نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد میں اور میرے عزیز دوست زاہد ندیم صاحب جو جرمنی سے تشریف لائے ہوئے تھے دیر تک بلکہ رات گئے تک کار پارک میں بیٹھے اپنے پیارے شہر کی باتیں کرتے رہے۔زاہد ندیم صاحب سے غیر رسمی گفتگو کی میری یہ پہلی نشست تھی اس سے پہلے ایم ٹی اے پر ہی انہیں دیکھا سنا تھا۔دوران گفتگو بزرگ شخصیت اور عہد ساز شاعر محترم چوہدری محمد علی صاحب کی شفقتوں کا ذکر چل نکلا۔ندیم صاحب محترم چوہدری صاحب کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کا اور چوہدری صاحب کی شفقتوں کا ذکر کر رہے تھے۔میں سراپا شوق بڑے رشک سے انکی باتیں سن رہا تھا۔

میں نے بھی ایک واقعہ بتایا کہ ایک مرتبہ میں شہرِ عزیز گیا۔شام ہوئی تو میں پیدل ہی ان گلیوں میں پھرتے ہوئے لطف اندوز ہونے لگا کہ کیسے بچپن میں ہم ان گلیوں سے گزرا کرتے تھے۔ چلتے چلتے دیکھا کہ ایک کوٹھی نما گھر کے سامنے سفید رنگ کی ٹویوٹا کار میں ایک نوجوان کسی کا منتظر تھا۔مجھے دیکھ کے وہ نوجوان کار سے نکلا اور تعجب سے کہنے لگا آپ کی صورت انتخاب سخن والے مبارک صدیقی صاحب سے ملتی ہے۔میں نے عرض کی کہ وہی ہوں۔کمال صاف گو اور راست باز نوجوان تھا۔جھجکتے ہوئے کہنے لگا آواز بھی مبارک صدیقی کی ہے لیکن حلیہ وہ نہیں لگ رہا۔چونکہ میں یہی سننے کا،عادی ہوں اس لئے مجھے تعجب نہ ہوا۔(محترم عبدالکریم قدسی صاحب بھی جب پہلی بار لندن تشریف لائے تو خاکسار محمود ہال میں وقارِ عمل کر رہا تھا۔میرا نام پوچھنے لگے میں نے جب بتایا تو کہنے لگے کیا لندن میں دو مبارک صدیقی ہیں۔ایک تو وہ ایم ٹی اے والے بھی ہیں؟) خاکسار نے عرض کی کہ یہ عاجز جان بوجھ کے سادہ پھرتا ہے کہ کہیں نظر نہ لگ جائے۔)

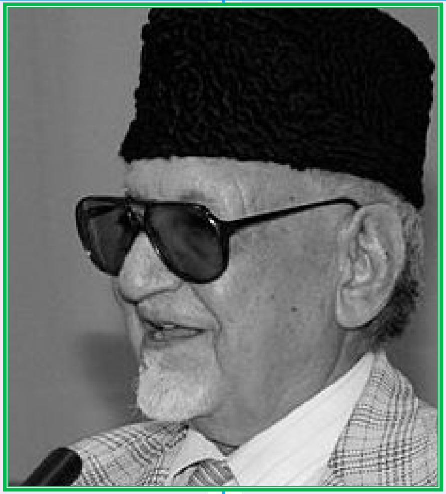

بہر حال بات ہو رہی تھی چوہدری محمد علی صاحب کے گھر کے باہر کھڑے اس صاف گو نوجوان کی۔ میرے پوچھنے پر کہنے لگا کہ چوہدری محمد علی مضطر صاحب نے کسی شادی میں بطور مہمان جانا ہے،انہیں لینے آیا ہوں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ اسی بہانے اتنی بزرگ دعا گو شخصیت سے زندگی میں پہلی بار ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

محترم چوہدری صاحب باہر تشریف لائے تو خاکسار نے عقیدت سے بڑھ کے سلام کیا۔فوراً پہچان گئے اور بہت شفقت اور دلنوازی سے گلے لگا کے ملے۔ کچھ دیر تک ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا حال احوال اشکبار آنکھوں سے دریافت فرماتے رہے۔پھر فرمانے لگے کہ میں ایک شادی میں جا رہا ہوں۔ میں انکا مہمان ہوں آپ میرے مہمان ہیں،اس لیے میرے ساتھ چلیں۔ میں نے عرض کی کہ میرے لئے تو بہت سعادت ہے لیکن میں پچھلے کئی گھنٹوں سے ان بابرکت گلیوں کی اُڑتی دھول میں پیدل پھر رہا ہوں۔ میرا حلیہ شادی میں جانے والا ہرگز نہیں۔کمال شفقت سے مجھے چپ چاپ کار میں بیٹھنے کا حکم دیا۔

راستے میں امام وقت کی عنایات کا برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے مجھے انکے ہونٹ لرزتے اور پورا جسم کانپتا اور آنکھیں اشکبار دکھائی دے رہی تھیں۔امام وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی محبت میں ایسے سرشار تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ محبت سے انکا دل پھٹا جا رہا ہے اور اگر حضور سامنے ہوں تو ممکن ہے فرط جذبات سے وہ حضور کے پاؤں سے لپٹ جائیں۔

شادی والے گھر پہنچے تو دراز قد اور وجیہہ شخصیت کے مالک دولہے نے آگے بڑھ کے محترم چوہدری صاحب کا والہانہ استقبال کیا۔چوہدری صاحب میری طرف اشارہ کرتے ہوئے استقبال کرنے والوں کو فرمانے

لگے کہ آج میں آپکے لیے یہ تحفہ لایا ہوں۔ پھر مجھے وہاں مہمانوں کے علاوہ دولہے سے بھی ملنے کا موقع ملا اور شادی کی تقریب کے دوران بھی محترم چوہدری صاحب خلافت کی برکات کا ذکر فرماتے رہے۔

شادی سے واپسی پر مجھے کہیں اور جانا تھا میں نے کار چلانے والے نوجوان کو کہا کہ بس مجھے ریلوے پھاٹک کے قریب اتار دیں آپ سیدھے اپنے راستے پر جائیں میں پیدل ہی چلا جاوٗں گا۔ چوہدری صاحب کی شفقت کہ کہا نہیں ہم آپکو وہاں تک چھوڑ آتے ہیں۔ راستے میں میں نے عرض کی کہ مجھے دعامیں ضرور یاد رکھیں۔ فرمانے لگے دعا کے لئے صرف اس بابرکت وجود کو کہیں جنہیں میں بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں اور جن کی دعاوٗں کی قبولیت کے نظارے ہم سب دیکھتے ہیں۔

اس دن مجھے معلوم ہوا کہ نامور لوگ یونہی نامور نہیں ہوتے۔ محترم چوہدری صاحب کی شفقت میرے دل پر نقش ہوگئی اور اب ہمیشہ ان کا نام سنتے ہی دل سے دعا نکلتی ہے۔ ویسے نیکی کوئی بھی کسی کی نہیں بھولتا یہ الگ بات ہے کہ وہ اظہار نہ کرے۔ میرا واقعہ ختم ہو چکا تھا اور میں انتظار کر رہا تھا کہ اب ندیم صاحب کی باری ہے۔ زاہد ندیم صاحب کے چہرے پر ایک پر اسرار قسم کی مسکراہٹ چمک رہی تھی۔ واقعہ ختم ہوا تو زاہد ندیم صاحب کہنے لگے کہ آپکو پتہ ہے وہ دولہا کون تھا۔ میں نے کہا کہ نہیں لیکن بھلا نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ ندیم صاحب کہنے لگے وہ دولہا خاکسار عاجز زاہد ندیم تھا جو اس وقت آپکی کار میں آپکے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ کہنے لگے میرے پاس اس موقع کی تصویر بھی موجود ہے، جب آپ محترم چوہدری محمد علی صاحب کے ہمراہ میری شادی میں شریک ہوئے تھے اور وہ تصویر میں کچھ عرصہ قبل آپکو بجھوا بھی چکا ہوں۔

مُشتعل چہرے اندھیری رات میں جلتے رہے
بوند پانی کی نہ برسی، شہر نے فاقہ کیا
۔مضطر عارفی۔

غزل..چوہدری محمد علی مضطر عارفی

گھر کے کواڑ زیرِ زباں بولنے لگے
مالک چلے گئے تو مکاں بولنے لگے
سورج چلا گیا تو اتر آئی چاندنی
پلکوں پہ روشنی کے نشاں بولنے لگے
وہ سنگ دل بھی کوئے ندامت میں جا بسا
پتھر بھی پانیوں کی زباں بولنے لگے
پہلے خلائے جاں میں خموشی رہی مگر
پھر یوں ہوا کہ کون و مکاں بولنے لگے
نمرود نے جلائی تھی جو آگ، بجھ گئی
آزردگانِ آذرِ جاں بولنے لگے
کس کی مجال تھی کہ سرِ دار بولتا
بولے ہیں ہم تو تم بھی میاں بولنے لگے
مضطرؔ ضمیرِ لفظ کے سُونے مکان میں
وہ حبس تھا کہ وہم و گماں بولنے لگے

وہ یہیں آس پاس ہے اب بھی
اس سے ملنے کی آس ہے اب بھی
ایک آنسو گرا تھا پچھلے سال
شہر بھر میں ہراس ہے اب بھی
آنسووٗں کی زباں سمجھتا ہے
وہ ستارہ شناس ہے اب بھی
تیرا فردوس سے نکالا ہوا
آدمی بے لباس ہے اب بھی
(مُضطر عارفی)

”انشاء جی اُٹھو اب کوچ کرو..“

ابن انشاء/قتیل شفائی

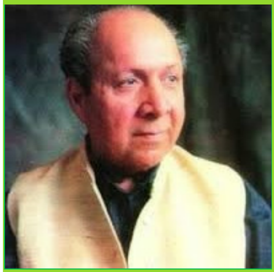

ابن انشاء کا کلام ”انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو“ جس کے لکھنے کے ایک ماہ بعد وہ وفات پا گئے تھے۔ اس کے بعد قتیل شفائی نے غزل لکھی:

”یہ کس نے کہا تم کوچ کرو، باتیں نہ بناؤ انشا جی“

دونوں غزلیں اپنے اعتبار سے اردو ادب میں ایک اچھا اضافہ ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ قتیل صاحب کی غزل زیادہ افسردہ کر جاتی ہے۔

ابن انشاء

انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو، اس شہر میں جی کو لگانا کیا
وحشی کو سکوں سے کیا مطلب، جوگی کا نگر میں ٹھکانا کیا
اس دل کے دریدہ دامن کو، دیکھو تو سہی سوچو تو سہی
جس جھولی میں سو چھید ہوئے، اس جھولی کا پھیلانا کیا
شب بیتی ، چاند بھی ڈوب چلا ، زنجیر پڑی دروازے میں
کیوں دیر گئے گھر آئے ہو، سجنی سے کرو گے بہانا کیا
پھر ہجر کی لمبی رات میاں، سنجوگ کی تو یہی ایک گھڑی
جو دل میں ہے لب پر آنے دو، شرمانا کیا گھبرانا
کیااس روز جو اُن کو دیکھا ہے، اب خواب کا عالم لگتا ہے
اس روز جو ان سے بات ہوئی، وہ بات بھی تھی افسانہ کیا
اس حُسن کے سچے موتی کو ہم دیکھ سکیں پر چُھو نہ سکیں
جسے دیکھ سکیں پر چُھو نہ سکیں وہ دولت کیا وہ خزانہ کیا
اس کو بھی جلا دُکھتے ہوئے مَن، اک شُعلہ لال بھبوکا بن
یوں آنسو بن بہہ جانا کیا؟ یوں ماٹی میں مل جانا کیا
جب شہر کے لوگ نہ رستہ دیں، کیوں بن میں نہ جا بسرام کرے
دیوانوں کی سی نہ بات کرے تو اور کرے دیوانہ کیا

قتیل شفائی

یہ کس نے کہا تم کوچ کرو، باتیں نہ بناؤ انشا جی
یہ شہر تمہارا اپنا ہے، اسے چھوڑ نہ جاؤ انشا جی
جتنے بھی یہاں کے باسی ہیں، سب کے سب تم سے پیار کریں
کیا اِن سے بھی منہ پھیروگے، یہ ظلم نہ ڈھاؤ انشا جی
کیا سوچ کے تم نے سینچی تھی، یہ کیسر کیاری چاہت کی
تم جن کو ہنسانے آئے تھے، اُن کو نہ رلاؤ انشا جی
تم لاکھ سیاحت کے ہو دھنی، اِک بات ہماری بھی مانو
کوئی جا کے جہاں سے آتا نہیں، اُس دیس نہ جاؤ انشا جی
بکھراتے ہو سونا حرفوں کا، تم چاندی جیسے کاغذ پر
پھر اِن میں اپنے زخموں کا، مت زہر ملاؤ انشا جی
اِک رات تو کیا وہ حشر تلک، رکھے گی کُھلا دروازے کو
کب لوٹ کے تم گھر آؤ گے، سجنی کو بتاؤ انشا جی
نہیں صرف ’قتیل‘ کی بات یہاں، کہیں ’ساحر‘ ہے کہیں ’عالی‘ ہے
تم اپنے پرانے یاروں سے، دامن نہ چھڑاؤ انشا جی

بیگم: سارا دن موبائل میں چپکے رہتے ہو! کم سے کم چھٹی کے دن کچھ وقت میرے لئے بھی فارغ کر لیا کرو!

شوہر نے موبائل چارجنگ میں لگایا اور بولا: بہتر ہے! آج کا پورا دن تمہارے نام!

پھر شوہر نے گھوم کر پورے گھر کا جائزہ لیا اور بیگم سے بولا:

آج کھانا ماسی کے ہاتھ کا نہیں تمہارے ہاتھ کا کھاؤں گا! دیکھو! گھر میں ہر طرف جالے لگے ہوئے ہیں، کبھی کبھار صاف بھی کر لیا کرو! آج Coffee پینے کو دل کرتا ہے، ایک کپ Coffee بنا کر لے آؤ! اس ماہ تم نے کتنے کی شوپنگ کی؟ اور کیا کیا شوپنگ کی؟ ساری تفصیلات بتاؤ! میری دو تین شرٹ کے بٹن ٹوٹ گئے ہیں، انہیں بھی ٹھیک کر دو!

بیگم (تیکھے لہجے میں): یہ لو جی! آپ کا موبائل Full Charge ہو گیا ہے!!

سخاوت کی بہترین مثال

''بھائی مجھے تھوڑا سا شہد دے دیں... مجھے شدید ضرورت ہے، مجھے ایک بیماری ہے، اس کا علاج شہد سے ممکن ہے۔''

''افسوس! میرے پاس اس وقت شہد نہیں ہے، ویسے شہد آپ کو مل سکتا ہے... لیکن آپ کو کچھ دور جانا پڑے گا، ملک شام سے ایک بڑے تاجر کا تجارتی قافلہ آرہا ہے۔ وہ تاجر بہت اچھے انسان ہیں۔ مجھے امید ہے وہ آپ کی ضرورت کے لیے شہد ضرور دے دیں گے۔''

ضرورت مند نے ان کا شکریہ ادا کیا اور شہر سے باہر نکل آیا تاکہ قافلہ وہاں پہنچے تو تاجر سے شہد کے لیے درخواست کر سکے۔ آخر قافلہ آتا نظر آیا۔ وہ فوراً اُٹھا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس قافلے کے امیر کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے ایک خوبصورت اور بارونق چہرے والے شخص کی طرف اشارہ کر دیا۔ اب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا:

''حضرت! میں ایک بیماری میں مبتلا ہوں۔ اس کے علاج کے لیے مجھے تھوڑے سے شہد کی ضرورت ہے۔ انھوں نے فوراً اپنے غلام سے فرمایا:

''جس اونٹ پر شہد کے دو مٹکے لدے ہیں، ان میں سے ایک مٹکا اس بھائی کو دے دیں۔''

غلام نے یہ سن کر کہا: ''آقا! اگر ایک مٹکا اسے دے دیا تو اونٹ پر وزن برابر نہیں رہ جائے گا۔''

یہ سن کر انھوں نے فرمایا: ''تب پھر دونوں مٹکے انھیں دے دیں۔''

یہ سن کر غلام گھبرا گیا اور بولا: ''آقا! یہ اتنا وزن کیسے اٹھائے گا؟''

اس پر آقا نے کہا: ''تو پھر اونٹ بھی اسے دے دو۔''

غلام فوراً دوڑا اور وہ اونٹ مٹکوں کے ساتھ اس کے حوالے کر دیا۔ وہ ضرورت مند ان کا شکریہ ادا کر کے اونٹ کی رسی تھام کر چلا گیا۔ وہ حیران بھی تھا اور دل سے بے تحاشہ دعائیں بھی دے رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا، یہ شخص کس قدر سخی ہے، میں نے اس سے تھوڑا سا شہد مانگا۔ اس نے مجھے دو مٹکے دے دیے۔ مٹکے ہی نہیں، وہ اونٹ بھی دے دیا جس پر مٹکے لدے ہوئے تھے۔

اِدھر غلام اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آقا نے غلام سے کہا:

''جب میں نے تم سے کہا کہ اسے ایک مٹکا دے دو تو تم نہیں گئے، دوسرا مٹکا دینے کے لیے کہا تو بھی تم نہیں گئے، پھر جب میں نے یہ کہا کہ اونٹ بھی اسے دے دو تو تم دوڑتے ہوئے چلے گئے۔ اس کی کیا وجہ تھی۔''

غلام نے جواب دیا: ''آقا! جب میں نے یہ کہا کہ ایک پورا مٹکا دینے سے اونٹ پر وزن برابر نہیں رہے گا تو آپ نے دوسرا مٹکا بھی دینے کا حکم فرمایا، جب میں نے یہ کہا کہ وہ دونوں مٹکے کیسے اٹھائے گا تو آپ نے فرمایا کہ اونٹ بھی اسے دے دو۔ اب میں ڈرا کہ اگر اب میں نے کوئی اعتراض کیا تو آپ مجھے بھی اس کے ساتھ جانے کا حکم فرما دیں گے۔ اس لیے میں نے دوڑ لگا دی۔''

اس پر آقا نے کہا: ''اگر تم اس کے ساتھ چلے جاتے تو اس غلامی سے آزاد ہو جاتے۔ یہ تو اور اچھا ہوتا۔''

جواب میں غلام نے کہا: ''آقا! میں آزادی نہیں چاہتا، اس لیے کہ آپ کو تو مجھ جیسے سینکڑوں غلام مل جائیں گے، لیکن مجھے آپ جیسا آقا نہیں ملے گا۔ میں آپ کی غلامی میں رہنے کو آزادی سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔

المنار آپکا اپنا رسالہ ہے۔ ازراہ کرم ہمیں اپنی تجاویز اور تحریرات بھجواتے رہیں۔ اگر آپ کے پاس کالج کے زمانے کی کوئی نادر تصویر موجود ہے تو وہ بھی اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ۔

(سیکریٹری اشاعت)

Talimul Islam College Old Students Association
Baitul Futuh Mosque, 181 London Road, Morden Surrey, SM4 5PT, United Kingdom.

ایک عظیم سائنس دان-پروفیسر عبدالسلام

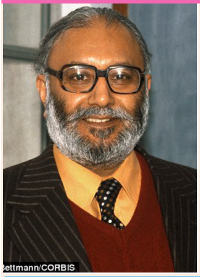

نوبل انعام حاصل کرنے پر خراجِ تحسین

(پروفیسر آصف علی پرویز-لندن)..قسط:43

دوست: یہ بتائیے کہ پروفیسر عبدالسلام صاحب کو جب نوبل انعام ملنے کی اطلاع ملی تو آپ نے سب سے پہلا کام کیا کیا؟

آصف: سب سے پہلے آپ مسجد فضل لندن گئے اور وہاں جا کر آپ نے شکرانہ کے نفل ادا کئے اور پھر وہاں سے پریس کانفرنس کرنے کیلئے امپیریل کالج تشریف لے گئے۔ آپ کو نوبل انعام ملنے کی خبر ریڈیو اور ٹیلیویژن پر نشر ہوئی۔ میں نے تو اسے ٹیلیویژن پر دیکھا۔

دوست: یہ ہے ایک احمدی کی شان کہ نوبل انعام ملتے ہی آپ نے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کیا مجھے نوبل انعام کا پسِ منظر بیان کرسکتے ہیں۔

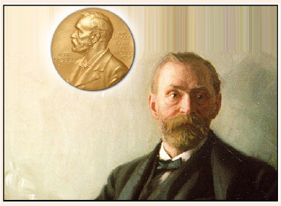

آصف: الفریڈ نوبل ایک سویڈن کا باشندہ تھا۔ وہ 21 اکتوبر 1833ء کو پیدا ہوا۔ اس نے کاروبار کر کے بہت دولت کمائی۔ مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ اس کی دولت سے سائنس میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والوں کو انعامات دیئے جائیں۔ چنانچہ اس کی وصیت کے مطابق ہر سال غیر معمولی کام کرنے والے سائنس دانوں کو نوبل انعام سے نوازا جاتا ہے۔

دوست: کتنا فرق ہے ان لوگوں میں اور ہمارے ملک کے سیاستدانوں میں۔ لوٹ کھسوٹ سے وہ دولت اکٹھا کرتے ہیں اور پھر انہیں مغربی ممالک میں رکھ دیتے ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ان کی دولت بینکوں میں ہی رہ جاتی ہے۔ جس سے انہیں عملاً کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور خالی ہاتھ اس دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں۔ یہ ہے ہماری اصل بدنصیبی! یہ بتائیے کہ کن لوگوں کی طرف سے آپ کو مبارک بادی کے پیغام ملے؟

آصف: سب سے اہم پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا تھا جس میں حضور نے فرمایا:

”الحمدللہ۔ میری طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے پرخلوص دلی مبارک باد قبول کریں۔ احمدیوں اور تمام پاکستانیوں کو آپ پر فخر ہے۔ احمدیوں کے لئے یہ بات انتہائی فخر کا موجب ہے کہ وہ پہلا مسلمان سائنس دان اور پاکستانی جس کو انعام ملا ہے وہ ایک احمدی ہے۔ خدا تعالیٰ مستقبل میں آپ کو اس عظیم تر اعزازات سے نوازے اور آپ کو اپنی تائید اور نصرت سے نوازتا رہے۔ آمین“

دوست: کیا اسوقت کی حکومت نے بھی آپ کو مبارک بادی کا پیغام بھیجا؟

آصف: اسوقت پاکستان میں مارشل لاء کا دور تھا۔ اور جنرل محمد ضیاءالحق صاحب صدر پاکستان تھے۔ انہوں نے آپ کو ایک تار بھیجا جس میں لکھا:

”میرے لئے یہ امر انتہائی خوشی اور فخر کا موجب ہے کہ آپ نے نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔ یہ آپ کی محنت شاقہ، تحقیق اور ان عالمانہ کارناموں کا ایک اعتراف ہے جو آپ نے فزکس کے میدان میں سرانجام دیئے ہیں۔ براہ کرم میری طرف سے اور پاکستان کے عوام کی طرف سے اعزاز حاصل کرنے پر دلی مبارک باد قبول کریں۔ آپ نے یقینی طور پر پاکستان کی عظمتوں کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی انہوں نے پاکستان کا سب سے بڑا سول اعزاز ”نشانِ امتیاز“ دینے کا بھی اعلان کیا۔

دوست: جنرل ضیاء تو بعد میں جماعت احمدیہ کے شدید مخالف ہو گئے تھے اور 1984ء کا بدنامِ زمانہ احمدیت کے خلاف آرڈیننس انہوں نے ہی جاری کیا تھا۔ لیکن اس پیغام سے تو یوں لگتا ہے کہ شروع میں وہ جماعت احمدیہ کے اتنے معاند نہیں تھے۔

آصف: آپ کا خیال درست لگتا ہے۔ دراصل بعد میں اپنی حکومت بچانے کیلئے انہوں نے ملاؤں کا سہارا لیا۔ اور اپنے دنیاوی فائدہ کیلئے ملائیت کے

چنگل میں پھنس گئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا حصہ ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی لندن ہجرت کے بعد جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے دن دوگنی رات چوگنی ترقیات عطا فرمائیں اور اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں اور بھی جماعت اب اعلیٰ ترقیات حاصل کر رہی ہے۔فالحمدللہ علی ذالک۔

دوست: چلیئے ! اب ہم واپس پروفیسر عبدالسلام کے نوبل انعام کی طرف چلتے ہیں۔کیا اخباروں نے بھی آپ کو خراج تحسین پیش کیا؟

آصف: یقیناً اخباروں نے آپ کے اس اعزاز پر اداریے لکھے۔ مثلاً روزنامہ ’’امروز‘‘ نے 17 اکتوبر 1979ء کو اپنے اداریے میں لکھا:

> ’’پروفیسر عبدالسلام کو 1979ء کا فزکس کا سب سے بڑا اور سب سے معتبر اعزاز نوبل پرائز علم وہنر کے میدان میں ان کے شاندار کارناموں کی روشن کتاب کا درخشندہ باب ہے۔ یہ اعزاز صرف جھنگ کا ہی نہیں کہ وہاں 1929ء میں ایک چراغ روشن ہوا جسے عالمی افق پر جگمگانا تھا۔ یہ اعزاز صرف گورنمنٹ کالج جھنگ و لاہور اور پنجاب کی دانش گاہ کا ہی نہیں ہے کہ میٹرک سے ایم اے تک ہر امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے والے ایک جوہر قابل کو اس کی دیواروں سے محبت ہے۔ یہ اعزاز محض پاکستان کا بھی نہیں ہے کہ ترقی کی دوڑ میں قدم قدم پر رکاوٹوں کی زد میں آنے والی اس سرزمین سے سائنس کی دنیا میں انقلاب برپا کرنے والے اور کائنات کے پوشیدہ رازوں کو طشت ازبام کرنے والے سائنسدان کو جنم دیا۔ یہ اعزاز ان ترقی پذیر ملکوں اور اقتصادی لحاظ سے پسماندہ قوموں کا بھی ہے جن کے سوچنے والے دماغوں پر ایک طویل عرصہ تک سامراجی پنجے گڑے رہے۔‘‘

دوست: کیا ہی اعلیٰ انداز میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔کیا آپ مجھے نوبل انعام کی تقریب کے بارہ میں کچھ بتائیں گے۔

آصف: کیوں نہیں! مگر اگلی محفل میں۔

غزل..عاصی صحرائی

محبت کی کرن شمع حرم میں جگمگاتی ہے
یہ وہ نعمت ہے جو کاشی کو کعبہ سے ملاتی ہے
کفِ صیاد سے پنچھی کا دامن بھی چھڑاتی ہے
کبھی بے خوف ہو کر کہکشاں میں جگمگاتی ہے
فلک پہ شمس بھی، روحِ قمر بھی جگمگاتی ہے
فقط کردار کی ضو میں اسے جینا سکھاتی ہے
جھناجُن ابر رحمت میں نئے وہ گیت گاتی ہے
حسینوں کیلیئے وہ ہی دھنک کے رنگ لاتی ہے

ایڈیٹر
رانا عبدالرزاق خان
نائب ایڈیٹر
عطاء القادر طاہر
ادارتی بورڈ ممبران
بشیر احمد اختر۔سید حسن خان۔آصف علی پرویز۔عبدالقدیر کوکب
پروف ریڈنگ
رانا عرفان شہزاد۔میر شفیق محمود طاہر۔اظہر اقبال
مینیجر
سید نصیر احمد
ترتیب وتزئین
خورشید احمد خادم

’’المنار‘‘ میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔ جہاں اس سے آپ کے کاروبار میں فائدہ ہوگا وہیں غریب ونادار طلباء کی مدد بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آمین۔ رابطہ فرمائیں:
رانا عبدالرزاق خان۔جنرل سیکرٹری۔فون وواٹس اپ:00447886304637